علم وعمل کا تابندہ چراغ

شیخ الادب حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ

مولانا فخر الحسن صاحب

درمیانہ قد، گندمی رنگ، سفید ریش، نورانی وجیہہ چہرہ، شیریں زبان، شیریں بیان، تقریر دلنشین، تحریر بہترین، آنکھیں پرحیاء، سینہ توحید کے نور سے پرنور، قرآن وحدیث کے عالم. باعمل، زہد وتقویٰ کے پیکر، گلستان دیوبند کے سرسبز وشاداب پھول شیخ الحدیث وشیخ الادب حضرت اقدس مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی داغ مفارقت دی گئی۔

حضرت اقدس رحمہ اللہ نے بیسویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی میں ۱۹۱۸ء میں صوبہ سرحد ہزارہ ضلع مانسہرہ کے مشہور قبائلی علاقے بسی خیل "کالاڈھاکہ" میں منبع علم وعرفان "دوڑ میرہ" کے ایک بڑے علمی خاندان میں آنکھیں کھولیں، آپؒ کے دادا حضرت عارف باللہ مولانا محمد سعید علاقے کے مشہور عالم اور بزرگ شخصیت تھے اور "منارہ بابا" سے مشہور تھے۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب بالاکوٹ تشریف لیجارہے تھے اور وہ گاؤں "دوڑ میرہ" پہنچے تو صرف حضرت مولانا محمد سعید رحمہ اللہ کی ملاقات کی خاطر باہمی مشاورت کے لیے وہاں ٹھہرے، رات وہیں گزاری، حضرت سے صلاح ومشورہ کیا، صبح کو حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کو رخصت کرنے کے لیے مولانا محمد سعید صاحب رحمہ اللہ "تھاکوٹ" کے مقام تک خود تشریف لے گئے اور حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کو وہاں سے رخصت کیا، حضرت اقدس مولانا محمود الحسن کے دادا موصوف حضرت مولانا محمد سعید رحمہ اللہ کی طرح آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبد القادر رحمہ اللہ بھی ایک جلیل القدر عالم تھے اور از ہر ہند دار العلوم دیوبند کے ممتاز ومایہ ناز علماء میں سے تھے۔ آپ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگرد تھے اور حضرت شاہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے خصوصی ساتھی اور شریک درس تھے۔ دورہ حدیث دونوں نے ایک ہی سال میں حضرت شیخ الہندؒ سے مکمل کیا، تکمیل دورہ حدیث کے دوران جن علمائے ربانیین کے سامنے آپؒ نے زانوئے تلمذ تہہ کیا، ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت مولانا عبد العلی صاحب، حضرت مولانا غلام رسول صاحب اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمھم اللہ جیسے جلیل القدر علماء شامل ہیں جب کہ آپؒ کے خصوصی رفقاء میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مفتی کفایت اللہؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت سید احمد فیض آبادیؒ، حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ، صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، شیخ الحدیث مدرسہ عبد الرب دہلی حضرت مولانا محمد رفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا امین الدین صاحبؒ بانی ومہتمم مدرسہ امینیہ دہلی قابل الذکر ہیں، حضرت شیخ الہندؒ مولانا عبد القادرؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ حافظہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا قوی ہے اور وقتی طور پر سبق یاد کرنے اور ذہن میں مولانا عبد القادر صاحب تیز ہے۔ آپ کے ذہن کے تیز ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رمضان میں عصر سے مغرب تک ایک پارہ یاد کرتے تھے اور تراویح میں سناتے، یکم رمضان سے ستائیس رمضان تک حفظ قرآن کریم صرف ستائیس دنوں میں مکمل کیا، علوم دینیہ سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے افریقہ کے مسلمانوں کے اس اصرار پر انہیں کچھ عرصے کے لیے ساؤتھ افریقہ بھیجا چنانچہ آپؒ استاد محترم کے حکم پر افریقہ تشریف لے گئے اور وہاں مورس باغ فاتاں نزد جوہانسبرگ میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور وہیں شادی بھی کی۔ آپؒ کے ہاتھ پر افریقہ میں بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، وقتاً فوقتاً آپ دیوبند بھی تشریف لاکر استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ افریقہ میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد آپؒ اپنے آبائی علاقے کالاڈھاکہ دوڑہ میرہ ہزارہ تشریف لے آئے تو یہاں کے علماء، طلباء اور علاقہ کے مسلمانوں کے بے حد اصرار پر آپؒ کو یہاں

کچھ وقت کے لیے مجبوراً رُکنا پڑا۔ چنانچہ یہاں آپؒ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ یہاں آپؒ نے مختلف علوم و فنون کی تدریس کی، خصوصاً علم بلاغت کی مشکل ترین کتاب "تمہ" پڑھنے والے طلباء کا آپ کے پاس ہجوم رہتا تھا۔ حضرت مولانا نذیر صاحب چکیسر سوات والے جنھوں نے "تمہ" اور بعض دیگر مشکل کتابیں حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحبؒ سے پڑھی تھیں، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے اساتذہ میں مولانا عبدالقادرؒ جیسا بحر عمیق نہیں دیکھا، وہ ہر فن کے ماہر اور شیخ تھے۔ مولانا نذیر چکیسریؒ صاحب کے اس قول سے حضرت اقدس رحمۃ اللہ کے مہارت فی الفنون کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیوں کہ خود مولانا نذیر صاحبؒ مشہور عالم اور فن منطق و فلسفہ کے انتہائی ماہر مانے جاتے تھے، سوات کے مشہور عالم مولانا وڈی گرام رحمۃ اللہ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مولانا عبدالقادر پر شیخ الہندؒ کا بڑا اعتماد تھا، وہ ان کے علوم کے امین تھے۔

حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ کے منجھلے صاحبزادے حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ بھی علم و فضل میں اپنے والد ماجد اور اپنے دادا سے کچھ کم نہ تھے، اس مرد قلندر نے عمر کے ابتدائی حصے میں زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کے لیے اپنے علاقے کے مشہور عالم "بلکوٹ باباجیؒ" کی صحبت اختیار کی اور ۱۹۳۰ء میں ابتدائی علوم حضرت "بلکوٹ باباجیؒ" سے پڑھے، وہ آپؒ پر والد صاحب کی وجہ سے خصوصی شفقت اور توجہ فرماتے تھے۔ اس کے بعد سنڈاکئی علاقہ دندئی تھاکوٹ کے مشہور عالم نے آپ کو بلایا، چونکہ علاقے کے بڑے بڑے علماء آپؒ کے والد مولانا عبدالقادر صاحبؒ کے شاگرد تھے تو ہر ایک کی یہ خواہش تھی آپؒ بھی اپنے والد کی طرح ایک ممتاز عالم بن جائے، دوسری وجہ یہ تھی کہ بچپن ہی میں والد کا سایہ شفقت آپ کے سر سے اُٹھ گیا تھا اس لیے علماء آپ کی پرورش پر خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ کی بھی یہی خواہش تھی کہ آپؒ علاقہ کے مشہور درس گاہوں میں علماء کی صحبت میں وقت گزاریں، چنانچہ ۱۹۳۱ء میں آپؒ سنڈاکئی باباجیؒ کے پاس تشریف لے گئے اور مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی، پھر حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ کی طرف سے پیغام آیا کہ ہندوستان تشریف لایئے، چنانچہ آپؒ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر ۱۹۳۲ء میں ہندوستان روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر ایک سال آپؒ نے "مدرسہ نظامیہ اجمیر" میں گزارا۔ جس میں علاقہ جدباء کے مولانا ریحان الدینؒ بھی تھے۔ ایک سال کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور مدرسہ جامعہ صدیقیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں مشہور علماء سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک آپؒ مدرسہ صدیقیہ ہی میں مقیم رہے۔ پھر ۱۹۳۵ء میں ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کی وادی علم و ثقافت میں تشریف لے گئے اور ۱۹۳۹ء تک مختلف فنون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۰ء میں حدیث کی کتب جامعہ امینیہ دہلی میں ماہرین فن علماء کرام سے پڑھیں جن میں حضرت مولانا امین الدین صاحبؒ بانی و مہتمم مدرسہ امینیہ، حضرت مفتی ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، صدر مدرس حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ قابل الذکر ہیں۔ فرماتے تھے کہ:

> "جب حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کو میرے بارے میں پتہ چلا کہ یہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ کے صاحبزادے ہیں تو مجھے اپنے پاس بُلایا اور مجھ سے پوچھا کہ آپ مولانا عبدالقادر صاحبؒ کے صاحبزادے ہیں تو میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ مولانا عبدالقادر صاحبؒ بہت بڑے عالم تھے۔ اُن کا تذکرہ کر کے رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اگر کوئی تکلیف ہو تو مجھے بتایا کرو۔ جب تک میں وہاں تھا آپؒ خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے۔"

پھر حدیث کے تکمیل کے لیے آپؒ دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور ۱۹۴۰ء میں تکمیل حدیث کر کے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۴۲-۴۳ء میں تخصص فی التفسیر کی سند حاصل کی۔ مکمل فراغت کے بعد دہلی ہی میں حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ کے توسط سے امام و خطیب اور مدرّس مقرر ہوئے۔ دو سال کا عرصہ گزارنے کے بعد ہندو مسلم فسادات شروع ہونے کی وجہ سے چونکہ حالات انتہائی کشیدہ ہوئے تو حضرت کو واپس اپنے گاؤں آنا پڑا اور اپنے آبائی علاقے کالا ڈھاکہ ضلع مانسہرہ ہزارہ میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور اپنے علوم سے لوگوں کے سینوں کو منور کیا۔ آپ کے آنے سے قبل علاقے میں بدعات و رسومات کا چرچا عام تھا، قبر پرستی، مزارات پر حاضری، نذر و نیاز اور اس قسم کی دیگر غلط رسومات لوگوں کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے مسحور کن انداز بیان سے اس قسم کی بدعات و رسومات کا دلائل کی روشنی میں رد شروع کیا۔ ابتدا میں آپ کو لوگوں کی

سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپؒ سے پہلے آپ کے دادا کے دور میں لوگوں نے توحید کے پرچار اور ردّ بدعات ورسومات پر اُن کے گھر کو جلایا تھا اور اُنہیں وقتی طور پر ہجرت کرنی پڑی تھی تو حضرت محمود الحسنؒ نے بھی اپنے باپ دادا کی طرز پر مسئلہ توحید کو خوب اچھے انداز میں ذہن نشین کرایا، آپ کے انداز خطابت نے لوگوں پر ایسا اثر کیا کہ انہیں وہ رسومات وبدعات ترک کرنے پڑے۔ درمیان میں ایک سال آپ نے ضلع صوابی کا سفر کیا اور محبّ بانڈہ کے مقام پر تدریس شروع کی لیکن لوگوں کے بے حد اصرار پر آپ نے گاؤں واپس آنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آپؒ نے واپس گاؤں تشریف لاکر مستقل تدریس وہیں شروع کی، ہر وقت آپؒ کے پاس طلباء کا ہجوم رہتا، آپؒ کی شہرت ہر فن میں دور دور تک پہنچ چکی تھی، سوات، کوہستان، دیر، قندھار (افغانستان) سے تشنگانِ علوم نبوت علمی پیاس بجھانے کے لیے آپ کے پاس دیوانہ وار چلے آتے تھے 'الائی، بٹگرام، پکلی (مانسہرہ) جیسے قُرب وجوار کے علاقوں کے علماء وطلباء فنون کی بڑی بڑی کتابیں خصوصی طور پر حضرت اقدسؒ سے پڑھا کرتے تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ابتدا میں جب ہندوستان سے آیا تھا تو طلباء منطق پڑھنے کے لیے میرے پاس آتے تھے پھر کچھ عرصے کے بعد نحو اور معانی پڑھنے کے لیے طلباء آئے تو انہوں نے ان دونوں فنون میں مشہور کیا لیکن میں نے چونکہ ادب کی اکثر کتابیں دار العلوم دیوبند میں شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ سے پڑھی تھیں، اس لیے اُن کے طرز پر ادب پڑھانا شروع کیا تو پھر طلباء مدارس سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد خصوصی طور پر علم ادب اور علم عروض پڑھنے کے لیے میرے پاس آتے تھے، انہوں نے مجھے ادب میں مشہور کرایا۔ علم ادب میں آپ کی شہرت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ علم ادب کے ساتھ شوق اور لگن رکھنے والا طالب علم آپ کے سامنے حاضر ہو کر زانوئے تلمّذ تہہ کیے بغیر نہ رہتا، حضرت اقدسؒ اپنی عمر کے آخری حصے میں حدیث پڑھانے پر زور دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث پڑھانے کے سلسلے میں احقر کی درخواست پر کراچی تشریف لائے اور موقوف علیہ کی کتابیں مشکوٰۃ شریف، تفسیر بیضاوی، جلالین اور دیگر کتابیں ایک سال پڑھا کر عمرہ کے لیے تشریف لے گئے، عمرہ سے واپسی پر چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپؒ واپس گاؤں تشریف لے گئے کیوں کہ وہاں طلباء کرام کا ایک جم غفیر آپ کے واپس آنے کا منتظر تھا کہ آپ واپس آکر ہمیں اپنے درس سے مستفید فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے گاؤں جاکر دوبارہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

پیرانہ سالی کے باوجود آپؒ فجر سے لے کر دوپہر بارہ بجے تک مسلسل پڑھاتے حتیٰ کہ چائے، ناشتہ وغیرہ بھی مسجد میں کرتے، عرصہ دراز سے آپ کا یہ معمول تھا کہ جب رات کو صلوٰۃ تہجد کے لیے اُٹھتے تو چائے نوش فرمانے کے ساتھ ہلکا سا ناشتہ بھی کرتے، اس وجہ سے صبح کا ناشتہ اور چائے ذرا دیر سے نوش فرماتے۔ حضرت اقدسؒ کا تدریس پر محیط زمانہ تقریباً ساٹھ سال ہے جس میں حضرت نے رات دن بلا معاوضہ دینی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مولانا عبد الحق صاحبؒ اور دیگر کئی بڑے بڑے مدارس کے مہتممین وبانیین نے حضرت سے اپنے مدارس میں تدریس کرنے اور درس دینے کی درخواست کی لیکن حضرت انکار فرماتے رہے کہ میں کسی معاوضہ پر دینی تدریس نہیں کرتا۔ حضرت کے دل میں دنیا کی محبت اور جاہ ومال کی محبت کا خیال بھی نہیں گزرا ہوگا، وہ سادگی کے قائل تھے۔

تقریباً عرصہ ساٹھ سال علوم دینیہ کی خدمت اور طلباء دین کی پیاس بجھا کر ۱۳ رمضان المبارک بمطابق ماہ نومبر ۲۰۰۲ء کو بیمار ہوئے اور علاج کے سلسلے میں کراچی تشریف لائے احقر نے آپ کو نیوی کے پی این شفاء ہسپتال ڈیفنس کراچی میں داخل کرایا، تقریباً چار ماہ وہاں زیر علاج رہنے کے بعد مارچ ۲۰۰۳ء کو شب جمعہ بعد نماز مغرب آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور بعد نماز جمعہ ابائی گاؤں دوڑہ میرہ کالا ڈھاکہ مانسہرہ میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

آپ کے پسماندگان میں چار صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے ہیں۔ جن میں احقر کے علاوہ مولانا محمد سعید، مولانا عبد الغفور اور مولانا فخر الدین عالم ہیں اور ایک صاحبزادے معین الدین حضرت کی خدمت اور گھر کے امور میں مصروفیت کی وجہ سے علم حاصل نہ کر سکے۔

☆☆☆